رؤیتِ ہلال میں فلکی حسابات کے اعتبار کی شرعی حیثیت

Shara'i status of credence of astronomical calculations in moon sighting

فتویٰ از حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

اشاعت: ضربِ مؤمن جلد 14 شمارہ 32 و 33 (شعبان 1431ھ) http://www.esnips.com/user/moonsighting

سوال: پاکستان کے بعض علاقوں میں لی جانے والی رؤیۃ ہلال فطر کی شہادات کو فن فلکیات سے عدم مطابقت کی وجہ سے رد کرنا جبکہ وہ شرائط شہادت کے موافق ہوتی ہیں، کیسا ہے؟ نیز اس میں فنی لحاظ سے جو سوالات شاہد سے کرنے کا ماہرین فلکیات علماء کی طرف سے مکلّف بنایا جاتا ہے تو اکثر بلکہ کسی بھی شاہد کو اس وقت یہ خیال نہیں رہتا ہے کہ اس کی اونچائی، نیچائی یا جائے غروب سے شمالاً جنوباً فاصلہ کیا ہے؟ دوسری طرف فن کو کسی صاحبِ فتویٰ عالم نے شہادت کے قبول یا رَد کرنے میں مؤثر قرار نہ دیا ہے۔

کیونکہ رؤیۃ ہلال کا تعلق بہ مطابق حدیث شریف "صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته" صرف رؤیۃ سے ہی ہے۔

کیا اس معاملہ رؤیۃ میں کسی شاہد کی گواہی کو رَد کرنے کے لئے منجمین اور اہل حساب پر مکمل اعتماد کرنا درست ہے؟ جبکہ فقہاءِ کرام نے حساب کے علی الاطلاق عدم اعتبار کی تصریحات فرمائی ہیں، جیسا کہ شامیہ میں ہے:

"لاعبرة بقول الموقتين في الصوم." (ردالمحتار: ٣/٣٥٤)

نیز تاتارخانیہ میں ہے:

"ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار." (تاتارخانية: ٢/٣٥٧)

علاوہ ازیں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجموع الفتاویٰ جلد 25 کے صفحہ 110 سے 189 تک رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں فلکی حسابات کے عدم اعتبار کو بڑی تفصیل سے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کیا ہے۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات مسلم ہے کہ فلکیات کا علم ظنی ہے۔ اگر چہ قریب اَز یقینی ہو، تو کیا اس ظنی چیز کی وجہ سے ہم کسی گواہ کی گواہی کو رَد کر سکتے ہیں؟ جبکہ دوسری طرف اس کے مقابلے میں مشاہدہ موجود ہو اور شاہد نہایت مؤکد طریقہ سے شہادت دیتا ہو۔ اس سے قطع نظر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "نحن أمّة أمّية لا نكتب ولا نحسب" کی روشنی میں یہ بات منصوص ہے کہ حسابات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا تو سوال یہ ہے کہ ایسے میں حسابات کی بنیاد پر کسی شاہد کی گواہی کو رَد کرنے کی کیا شرعاً گنجائش ہوسکتی ہے؟ برائے کرم تفصیل سے مدلل جواب ارشاد فرمایئے؟ نیز یہ بھی بتایئے کہ آج کل جبکہ فسق عام ہے، اگر اور کچھ نہ بھی ہو تو بے نمازی ہونا اور اگر یہ بھی نہ ہو تو ڈاڑھی مونڈنے کے فسق میں تو ہر تیسرا بندہ مبتلا ہے۔ ایسے دور میں فسق کی کس کسوٹی اور کس درجے کی وجہ سے شہادت شاہد کو رَد کیا جا سکتا ہے؟ (رضوان اللہ۔ جامعۃ الرشید)

جواب: واضح رہے کہ "صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته" جیسی واضح احادیث کی وجہ سے شرعاً چاند ہونے نہ ہونے کا دارومدار رؤیت ہی پر ہے، اس سلسلے میں حسابات پر مکمل اعتماد کرنا کہ حسابات ہی کو مدار سمجھ لیا جائے، جمہور حضرات کے نزدیک جائز نہیں۔ چنانچہ اگر انتیس تاریخ کو ساری دنیا کے حساب دان چاند کے مطلع پر موجود اور سو فیصد قابل رؤیت ہونے کی پیش گوئی کریں، مگر کسی وجہ سے مثلاً مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کئے جائینگے، اور محض حسابات کی بنیاد پر چاند ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

البتہ اگر مدار رؤیت پر رکھ کر جدید وسائل وحسابات سے دیگر کئی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اس طور پر مدد لی جائے کہ ان حسابات کو اصول شریعت کے تابع رکھا جائے اور ان پر عمل سے کسی شرعی اصول کا معارضہ یا ترک لازم نہ آئے، تو جمہور متاخرین اور بعض متقدمین نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا کرنا اصول شریعت یا عبارات فقہاء کے خلاف نہیں۔ چنانچہ ذیل میں پہلے اکابر دیوبند پھر بعض متقدمین کی عبارات اور اس کے بعد عرب علماء کے فتاویٰ سے اس کی تائید ملاحظہ ہو۔

اکابر دیوبند کی عبارات:

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

''مسئلہ ہلال میں بھی اگر نئی ایجادات سے اس حد تک کوئی مدد لی جائے جہاں تک اسلامی اصول مجروح نہ ہوں تو اس کا کس کو انکار ہے'' (رؤیت ہلال: صفحہ 10)

مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''شہادت کی رو سے چاند کی عمر کا پہلا دن پہلی تاریخ قرار پا رہا ہے، یہ بدیہی البطلان ہے، اس لیے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہلال پیدائش سے بھی قبل نظر آ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ: 4/428)

''احسن الفتاویٰ'' میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''اسی طرح ماہرین فن وجود قمر کے بعد بھی ہلال میں رؤیت کی صلاحیت نہ ہونے کے کچھ ضوابط متعین فرما دیں، مثلاً افق سے ارتفاع اور شمس سے بعد کے درجات کی تعیین ہو جائے تو رؤیت کی شہادت کا معیار معلوم کرنے کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔'' (4/495)

اسی طرح حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ''آپ کے مسائل اور ان کے حل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''قمری مہینے کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے، فلکیات کے فن سے اس میں اتنی مدد لی جا سکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں۔ الخ'' (3/261)

بعض متقدمین کی عبارات:

صرف متأخرین ہی نہیں، متقدمین فقہاء سے بھی فلکی حسابات کے اعتبار کی تصریحات ثابت ہیں، بلکہ بعض سے تو حسابات کے علی الاطلاق اعتبار کی تصریحات بھی ملتی ہیں، چنانچہ تابعین میں سے عبداللہ بن شخیر، فقہاء شافعیہ میں سے ابوالعباس بن سریج اور علامہ قلیوبی اور محدثین میں سے ابن قتیبہ اور علامہ قشیری سے یہ قول منقول ہے۔ (دیکھئے: عمدۃ القاری: 10/261) علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسائل ابن عابدین میں بعض احناف سے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔ (دیکھئے رسائل: 1/244) ذیل میں ان حضرات میں سے علامہ سبکی اور علامہ قلیوبی شافعی کی عبارات ملاحظہ ہوں۔ آٹھویں صدی کے مشہور فقیہ علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ:''یہاں ایک صورت اور ہے، وہ یہ کہ حسابات رؤیت کے عدم امکان پر دلالت کریں، اس کا علم قطعی مقدمات کے ذریعہ ہو اور چاند سورج کے بہت ہی قریب ہو، تو ایسی حالت میں ہمارے لیے اس کی رؤیت فرض کرنا ساً ناممکن ہے، کیونکہ یہ محال ہے۔ سو اگر ایک یا ایک سے زیادہ اتنے لوگ ایسے چاند کی رؤیت کی خبر دیں جن کی خبر میں جھوٹ اور غلطی کا احتمال ہو تو ایسے میں درست طرزِ عمل یہ ہوگا کہ ایسی خبر کو قبول نہ کیا جائے اور اس کو جھوٹ پر محمول کیا جائے اور اگر دو شاہد باقاعدہ گواہی بھی دیں تو اُن کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے، اس لیے کہ حساب قطعی ہے اور شہادت و خبر ظنی ہیں اور ظن قطعیت کے معارض ہی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اس پر اس کو مقدم رکھا جائے، کیونکہ شہادت کی شرط یہ ہے کہ جس بات کی گواہ گواہی دیں وہ حساً، عقلاً اور شرعاً ممکن ہو۔ لہٰذا جب حسابات کا عدم امکان پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرنا فرض کیا جائے گا، تو ایسی صورت میں مشہود بہ محال ہونے کی وجہ سے شہادت کو قبول کرنا محال ہوگا، اس لیے کہ شریعت محالات کا حکم نہیں کرتی، اور شریعت کی کسی نص میں یہ حکم نہیں آیا کہ ہر طرح کے دو گواہوں کی گواہی قبول کرلیا کرو، خواہ جس امر کی وہ گواہی دیں وہ صحیح ہو یا باطل ہو، اور روزے کا وجوب اور نئے مہینے کے احکام محض خبر یا شہادت پر مرتب نہیں کیے گئے کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اعتبار شارع کے اس قول کا ہے کہ ''تم روزہ رکھ لیا کرو جب (بھی) تمہیں کوئی مخبر خبر دے''

کیونکہ اگر ایسی کوئی نص وارد ہوتی تو ہم اس کو سر آنکھوں پر رکھتے اور قبول کرتے، لیکن شریعت میں ایسی کوئی نص نہیں آئی، بلکہ ہم پر واجب کیا گیا ہے کہ ہم خبر کو قبول کرنے میں اچھی طرح تحقیق کریں تاکہ ہمیں پہلے معاملے کی حقیقت معلوم ہوجائے۔''الخ

اور علامہ قلیوبی شافعی عبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ:''جب قطعی حساب عدم (امکان) رؤیت ہلال پر دلالت کرے تو اس کی رؤیت پر عادل گواہوں کا قول بھی قبول نہ کیا جائے، اور ان کی گواہی رَد کردی جائے، پھر قلیوبی فرماتے ہیں کہ یہ بات بہت واضح ہے اور ایسے وقت میں روزہ رکھنا جائز نہیں اور اس کی مخالفت ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔''

عرب علماء کے فتاویٰ:

عرب علماء کے فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ذیل کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

1407ھ میں مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے ماہرین فقہ وفلکیات کی تحقیقات کی روشنی میں جو قرارداد منظور کی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

ترجمہ:''مہینے کے ثبوت کے لیے اصل اعتماد رؤیت ہلال پر ہوگا، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصدگاہوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے تاکہ احادیث نبوی پر بھی عمل ہو اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہوسکے۔'' (قراردادیں اور سفارشات: صفحہ 49، حضرت مفتی تقی عثمانی)

فتاوى يسألونك (٤١/٨) میں ہے:

ترجمہ:''علم فلکیات سے جن اُمور کا اثبات ہواُن سے استیناس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ (رؤیتِ ہلال کے مسئلہ میں) اصل برہنہ آنکھ کی روایت ہے، مگر شریعتِ اسلامیہ کے اُصول اور عام قواعد اس سے منع نہیں کرتے کہ ہم علم فلکیات سے اس سلسلے میں کوئی مدد حاصل کریں، خاص طور پر جبکہ یہ ایک ترقی یافتہ علم ہے اور فلکیات کی معلومات محض حسابات نہیں بلکہ رصدگاہوں اور آلات کے واسطہ سے (حاصل ہونے والے) مشاہدات ہیں۔ سو شرعاً اس امر سے کوئی مانع نہیں کہ ہم اس میدان میں ہونے والی علمی ترقی سے استفادہ کریں۔ بالخصوص نفی کے سلسلے میں یعنی جب علم فلکیات چاند نظر آنے کے احتمال کی قطعیت کے ساتھ نفی کرے، تو ایسے وقت میں رؤیت کے دعویٰ کو قبول نہ کرنا چاہیے۔''

فتاوى واستشارات الإسلام اليوم (٢٠٧/١٧) میں ہے:

ترجمہ:''مجلس میں پیش کی گئی متداول اور مشہور ابحاث کے بعد اہل مجلس درج ذیل قرارداد پر متفق ہوئے:

''ماہِ رمضان کا دخول وخروج رؤیتِ بصریہ سے ہوگا، خواہ برہنہ آنکھ سے ہو یا رصدگاہوں کی مدد سے، جبکہ کسی ایک اسلامی ملک میں معتبر شرعی طریقہ سے اس کا ثبوت ہوجائے، اس نبوی ارشاد مبارک پر عمل کرتے ہوئے جو صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے:

"فإذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا." نيز "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته."

اور یہ اس شرط پر ہے کہ قطعی فلکی حساب جملہ اقطار میں رؤیت کے امکان کی نفی نہ کرے، لہٰذا جب ایسے حساب کی رُو سے کسی بھی ملک میں شرعی طور پر معتبر رؤیت کے محال ہونے کا جزم ہو تو گواہوں کی ایسی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جو قطعیت کا فائدہ نہ دیتی ہو۔ ایسی گواہی کو وہم، غلطی یا جھوٹ پر محمول کیا جائے گا اور یہ اس لیے کہ گواہوں کی گواہی ظنی ہوتی ہے اور حسابات کا جزم قطعی ہوتا ہے، اور ظنی امر باتفاق علماء قطعی کا مقابلہ نہیں کرسکتا چہ جائیکہ اس کو اس پر مقدم کیا جائے اور حسابات سے ہماری مراد معاصر علم فلکیات کا ثمرہ ہے، جو قطعی علمی اور ریاضیاتی بنیادوں پر قائم ہے اور جس نے ہمارے زمانہ میں اتنی ترقی کی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان چاند اور دوسرے سیاروں تک پہنچنے پر قادر ہوگیا ہے اور مختلف شہروں میں بہت سے مسلمان علماء اس میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔''

فتاوى الأزهر (١٠٧/١) میں ہے:

ترجمہ:''مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر کے تیسرے دورے میں منعقدہ علمائے مسلمین کے فقہی سیمینار نے درج ذیل قرارداد پر اتفاق کیا:

''قمری مہینے کے آغاز کو معلوم کرنے میں اصل رؤیت ہے جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے تو بنیاد تو رؤیت ہی ہے لیکن اگر اس میں تہمت کا قوی اندیشہ ہو تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

رؤیت ہلال کا ثبوت تواتر اور استفاضہ سے ہوگا، جیسا کہ ایک آدمی کی خبر سے بھی ثبوت ہوسکتا ہے خواہ وہ ایک مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ اس کی خبر دینے میں کسی سبب سے کوئی تہمت نہ ہو اور ان اسباب تہمت میں سے معتبر لوگوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے معتبر فلکی حساب کی مخالفت بھی ہے۔''

ان عبارات کی روشنی میں اگر یہ طرزِ عمل اختیار کیا جائے کہ چاند ہونے کا فیصلہ تو ہمیشہ رؤیت ہی پر کیا جائے، لیکن رؤیت کی شہادت کو قبول کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں حسابی لحاظ سے رؤیت کے امکان وعدم امکان کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ طرزِ عمل نہ صرف یہ کہ کسی اسلامی اصول کے خلاف نہیں بلکہ یہ اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا عین تقاضا ہے۔ (کماسیأتی ان شاء اللہ)

تصریحاتِ فقہاء کی توجیہ:

شہادت شرعیہ کے مقابلہ میں حسابات کے علی الاطلاق عدم اعتبار کی جو تصریحات فقہاء کرام سے منقول ہیں ان کی توجیہ یہ ہے کہ ماضی میں فلکی معلومات کا زیادہ تر حصہ محض تخمینی یا ناقص اعداد وشمار پر مبنی تھا اور ذرائع مواصلات کا لعدم ہونے کی بناء پر مختلف ماہرین باہم فوری مشاورت بھی نہیں کرسکتے تھے، جس کی وجہ سے اس وقت فلکی معلومات میں غلطی کا امکان غالب تھا، اس لئے شہادت کے مقابلہ میں ان کے عدم اعتبار کی فقہاء کرام

نے تصریح فرمائی، بلکہ آج سائنس کے دیگر شعبوں کی طرح علم فلکیات نے بھی ترقی کرلی ہے اور وہی معلومات اب جدید ترین آلات کی وساطت سے مشاہدہ کے دائرہ میں آ گئی ہیں۔ لہٰذا اب یہ صرف نظریاتی معلومات ہی نہیں بلکہ ایسے مشاہدات ہیں جن کا بعض حصہ قطعی درایت کے درجہ میں ہے، جبکہ شہادت خبر واحد کی ایک قسم ہونے کی بناء پر ظن کا فائدہ دینے والی ایک روایت ہی ہے، اور ظنی یعنی غیر قطعی روایت کو درایت کے قطعی اصولوں پر جانچنے پرکھنے کا اصول نہ صرف یہ کہ معقول ہے بلکہ خود فقہاء و محدثین سے منقول بھی ہے۔ چنانچہ اُصولِ فقہ و حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں متن روایت کے اعتبار سے خبر واحد کے اعتبار کی شرطیں اس طرح مذکور ہیں:

”شرط العمل بخبر الواحد أن لا يكون مخالفًا للكتاب والسنة المشهورة وأن لا يكون مخالفًا للظاهر.“

دوسری بات یہ ہے کہ حسابات اگر شرعی طور پر علی الاطلاق غیر معتبر ہوتے تو نظامِ شمسی میں بھی اس کا اعتبار نہ ہوتا، حالانکہ سحر و افطار کے علاوہ دن رات کی سب نمازوں کے اوقات میں ساری دنیا کے مسلمان ان ہی حسابات پر عمل کرتے ہیں۔

لہٰذا ہمارے خیال میں شہادت شرعیہ کو رد یا قبول کرنے کے سلسلے میں بھی فلکی حسابات کا اعتبار کیا جاسکتا ہے، البتہ ایسے میں قطعیت و ظنیت کے لحاظ سے ان حسابات و معلومات کے درجہ اور حیثیت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

فلکی معلومات کے مختلف درجات:

رویتِ ہلال کی گواہی کو حسابات کی بنیاد پر رد کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں فلکی معلومات کے تین درجے کئے جاسکتے ہیں:

(1) بعض معلومات قطعی اور کلی ہیں، کہ ان کے خلاف کبھی بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً ولادتِ قمر یا غروب کا وقت، چاند کی نوکوں کا رخ، ارتفاع، مقام وغیرہ۔

(2) بعض معلومات ظنی ہیں اور محض قرائن کے درجہ میں ہیں۔ جیسے ان مقامات پر چاند کو قابل رویت یا نا قابل رویت کہنا جہاں مختلف ماہرین کی آراء میں اختلاف ہوتا ہے۔

(3) بعض معلومات اصلاً ظنی ہیں، مگر بار بار کے مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں اس طور پر ثابت و مظنون ہیں کہ عموماً ان کے خلاف نہیں ہوتا۔ جیسے وہ مقامات جہاں کسی خاص دن چاند کے قابل رویت ہونے پر محققین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

تقریباً یہی تین درجات ذکر فرماتے ہوئے علامہ سبکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”ومراتب ما يقوله الحساب في ذلك متفاوته، منها ما يقطعون بعدم امكان الرؤية فيه، فهذا لا ريب عندنا في رد الشهادة به إذا عرفه القاضي بنفسه أو اعتمد فيه على قول من يثق به، ويظهر أن يكتفى فيه باخبار واحد موثوق به وبعلمه، أما اثنان فلا شك فيهما، ومنها ما لا يقطعون فيه بعدم المكان ولكن يستبعدون فهذا محل النظر في حال الشهود وحدة بصرهم ويرى أنهم من احتمال الغلط والكذب يتفاوت ذلك تفاوتًا كبيراً ومراتب كثيرة فلهذا يجب على القاضي الاجتهاد وسع الطاقة، اما إذا كان الامكان بحيث يراه اكثر الناس فلا يبقى الا النظر في حال الشاهدين فلا يعتقد القاضي انه بمجرد شهادة الشاهدين وتزكيتهما يثبت الهلال.“

مخالفتِ حسابات کی بنیاد پر رَد یا شہادت کا شرعی ضابطہ:

فقہاءِ کرام کی تصریحات کی روشنی میں ان تین قسم کی فلکی معلومات کےخلاف گواہی کو رَد یا قبول کرنے کا شرعی ضابطہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو گواہی فلکیات کی قطعی معلومات کے خلاف ہو اس کو بالکلیہ رد کر دینا لازم ہے، مثلاً چاند کی ولادت اور طلوع و غروب، یہ ایسے کائناتی واقعات ہیں کہ ان کا حدوث ان کے وقتِ معلوم سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا، (نقشوں میں ایک دو منٹ کے اختلاف کی وجہ احتیاطی وقت کو شامل کرنا یا نہ کرنا وغیرہ ہے، جس کو اہلِ فن سمجھتے ہیں) چنانچہ علم فلکیات کی رُو سے چاند کے غروب کا جو وقت ہمیں معلوم ہے، وہ وقت ہونے پر چاند کے غروب ہونے کا ایسے ہی یقین ہوجاتا ہے جیسے غروب آفتاب کے کلینڈر میں لکھے ہوئے وقت کے مطابق ہمیں مغرب ہونے کا یقین ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص چاند کی ولادت کے وقت سے پہلے یا وقتِ غروب کے بعد چاند دیکھنے کی گواہی دے، یا ایسے دن چاند دیکھنے کی گواہی دے جس دن چاند سورج سے پہلے غروب ہوگیا ہو، تو اس کی یہ گواہی شرعاً مردود ہوگی، کیونکہ شرعی اعتبار سے یہ خلافِ محسوس کی گواہی ہے، یا ممتنع عقلی کی اور فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسے امر کی گواہی جو خلاف محسوس ہو یا عقلاً ممتنع ہو، مردود ہے، چنانچہ دررالحکام میں ہے:

”لا تقبل البينة التي اقيمت على خلاف المحسوس مثلاً إذا أقيمت البينة على موت من حياته مشاهدة أو على خراب دارعمارها مشاهد فلا تقبل ولا تعتبر الخ“ (دررالحكام ماده: ١٦٩٧)

اسی طرح شرح المجلۃ لسلیم رستم میں درمختار کے حوالہ سے تصریح ہے کہ اگر کوئی شخص معروف بالفقر ہو اور اس کو میراث یا کسی اور سبب سے کوئی مال ہاتھ آنا ثابت نہ ہو اور وہ ایسی حالت میں کسی شخص پر بہت بڑی رقم کا دعویٰ کرے تو اس کا یہ دعویٰ اس بناء پر رَد کردیا جائے گا کہ ایسا ہونا عادۃً ممتنع ہے، اور ممتنع عادی شرعاً ممتنع عقلی کی طرح ہے کہ دونوں پر گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”فالممتنع عادة كالممتنع حقيقة وعلى هذا لو ادعىٰ رجل معروف بالفقر بمبالغ جسيمة على آخر أنه أقرضه إياها دفعة واحدة حال كونه لم يرث ولم يصب مثلاً بوجه آخر فلا تسمع دعواه لأنها مما يمتنع عادة فهي كالممتنع حقيقةً الخ. (شرح المجلة لرستم باز مادة: ٣٨)

اسی کو علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح واضح کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ گواہی دے کہ میں نے اپنے سے ایک دن کی مسافت پر دور کھڑے شخص کو سنا ہے کہ اس نے کسی حق کا اقرار کیا تو ظاہر ہے کہ اس کی گواہی مردود ہوگی، کیونکہ ایسا ہونا اگرچہ بطورِ کرامت عقلاً ممکن ہے مگر گواہی قبول ہونے کے لیے امکان عقلی کافی نہیں، عادۃً امکان ضروری ہے اور عادۃً ایسا ہونا ممکن نہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”والقطع بأحد الطرفين مستنده العادة كما نقطع في بعض الأجرام البعيدة عنا بأنا لا نراها ولا يمكننا رؤأيتها في العادة وإن كان في الإمكان العقلى ذلك ولكن يكون ذلك خارقا للعادة وقد يقع معجزة لنبي أو كرامة لولى أما غيرهما فلا، فلو أخبرنا مخبر أنه رأى شخصا بعيدا عنه في مسافة يوم مثلاً وسمعه يقر بحق وشهد عليه به لم يقبل خبره ولا شهادته بذلك ولا نرتب عليها حكما وإن كان ذلك ممكنا في العقل لكنه مستحيل في العادة فكذلك إذا شهد عندنا اثنان أو أكثر ممن يجوز كذبهما أو غلطهما برؤية الهلال وقد دل حساب تسيير منازل القمر على عدم امكان رؤيته في ذلك الذي قالا أنهما رأياه فيه ترد شهادتهما، لأن الامكان شرط في المشهود به، وتجويز الكذب والغلط على الشاهدين المذكورين أولى من تجويز انخرام العادة، فالمستحيل العادى والمستحيل العقلى لا يقبل الاقرار به ولا الشهادة فكذلك المستحيل العادى، وحق على القاضى التيقظ لذلك وأن لا يتسرّع إلى قبول قول الشاهدين حتى يفحص عن حال ما شهدا به من الامكان وعدمه ومراتب الامكان فيه.“

اور جو فلکی معلومات ظن غالب کے درجہ میں مظنون ہوں ان کے خلاف گواہی نہ تو علی الاطلاق قبول کی جائے اور نہ رَد، بلکہ فلکی معلومات کی روشنی میں اس پر ردوقدح کی جائے۔ مثال کے طور پر کسی مقام کے عرض اور کسی ستارے یا سیارے کے میل کے مابین زیادہ فرق پیدا ہوجانے سے اس ستارے یا سیارے کی رویت کا مشکل یا بالکل ناممکن ہوجانا ایک ایسی بدیہی اور مشاہدہ و مسلم حقیقت ہے جسے اس دور میں تقریباً ہر معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص جانتا ہے۔ چنانچہ قطبین پر 6 ماہ کا دن اور 6 ماہ کی رات آج ہر خاص و عام کے علم میں ہے جس کی وجہ قطبین کے عرض اور سورج کے میل میں پیدا ہوجانے والا کثیر فرق ہے، رویتِ ہلال پر اثرانداز ہونے والے متعدد

عوامل مثلاً فرقِ غروبین (LAG)، فرقِ سمت (.Rel.Azi)، فرقِ زاویہ (Elongation)، ارتفاع وغیرہ عوامل میں سے چاند کے روشن حصہ (Phase) کے کامل یا ناقص ہونے پر سب سے زیادہ اثر مقامِ مشاہدہ کے عرض اور سورج و چاند کے میل (Declination) کی باہمی نسبت کا پڑتا ہے۔ اگر چاند کا میل، مقامِ مشاہدہ کے عرض اور سورج کے میل کے مخالف ہو تو ایسے چاند کے احوال، پہلی متوقع شب میں انتہائی ناقص اور کہیں کالعدم ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے افق پر موجود ہونے کے باوجود اس چاند کی رویت کا فلکیات کی تاریخ میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا۔ ایسے دن اگر کہیں سے کوئی مشتبہ گواہی موصول ہو تو وہ خلافِ ظاہر ہونے کی وجہ سے انتہائی تعجب خیز ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص ایسے مقام پر چاند نظر آنے کی گواہی دے گا، اس کی گواہی خلافِ ظاہر ہونے کی وجہ سے علی الاطلاق قابلِ قبول نہیں ہوگی، بلکہ اس پر فلکی معلومات وقواعد کی روشنی میں رد وقدح اور جرح کی جائے گی تا کہ اگر اُس سے چاند دیکھنے میں غلطی ہوئی ہو تو اُس سے بچا جا سکے۔ ایسا کرنا اُصولِ شریعت کے ہرگز خلاف نہیں، کیونکہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص خلافِ ظاہر پر گواہی دے تو اس کی گواہی رد بھی کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے فقہاءِ کرام مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک ثقہ کی گواہی کو رد کر دیتے ہیں، چنانچہ عنایہ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

"فإن كانت السماء مصحية وهو من أهل المصر لم يقبل الإمام شهادته، لأنه اجتمع فيه ما يوجب القبول وهو العدالة والإسلام وما يوجب الرد وهو مخالفة الظاهر، فترجح جانب الرد الخ. (عناية: ٥٨/٢)

اس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ شریعت نے فاسق کو اس بناء پر شہادت سے نااہل قرار دیا ہے کہ اس کی گواہی میں ظاہر کذب ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر قاضی کو اس کے صدق کا غالب گمان ہو جائے تو متاخرین نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسی صورت میں فاسق کی گواہی پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے، چنانچہ مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"اگر قاضی کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، اس بناء پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے......اس زمانہ میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہو گئیں کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم نہ پہنچے گا۔ (رویت ہلال: صفحہ 47)

اس سے جہاں سائل کے آخری سوال کا جواب ہو گیا، وہاں اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ جیسے فاسق کی گواہی میں ظاہر کذب ہونے کے باوجود اگر اس کے صدق کا قرائن سے غالب گمان ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح ثقہ کی گواہی میں صدق ظاہر ہونے کے باوجود اگر قرائن سے اس کے کذب یا خطا و غلطی کا گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں اس کی شہادت پر فنی حسابات وغیرہ ایسی معلومات کی روشنی میں رد وقدح اور جرح کی گنجائش ہو سکتی ہے، جو برسہا برس کے مشاہدات سے مؤید ہیں اور ان کا بعض حصہ اتنا محکم و مضبوط ہے کہ اس میں منٹوں اور سیکنڈوں کا فرق بھی نہیں نکلتا۔

ہاں جو امر فنی طور پر محض ظنی اور قرائن کے درجہ میں ہو مثلاً ان مقامات پر چاند کی رویت جہاں خود ماہرین کے مابین اختلاف ہوتا ہے یا جو امر فلکیاتی طور پر تو قطعی ہو لیکن واقعاتی طور پر گواہ اس کے تخمینے میں غلطی کر سکتا ہو مثلاً چاند کی اُفق سے بلندی، یا اس کی نوکوں کا رُخ وغیرہ تو ایسے مواقع پر گواہی کو مطلقاً رَد یا مجروح قرار دینا شرعاً درست نہیں بلکہ اس میں قاضی کو بھرپور تیقظ اور بیدار مغزی سے کام لینا چاہیے۔ قاضی اگر خود علمِ فلکیات سے واقف ہو یا اسے ماہرین کی معاونت حاصل ہو تو اس کے لئے ایسے مواقع پر چاند دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے کی بات کی صداقت یا جہالت کو پہچاننا مشکل نہیں ہوتا۔

اس تفصیل کی روشنی میں خلاصہ یہ ہے کہ فلکی معلومات پر شرعاً رویت کا مدار نہیں، البتہ چاند کی رویت معتبر ہونے میں فلکیات کی یقینی یا ظنِ غالب کے درجہ میں مظنون معلومات کا اعتبار ضرور ہے۔

حدیث شریف کا مطلب:

حدیث شریف "نحن أمّة أمّية لا نكتب ولا نحسب" میں حسابات پر مدار ہونے کی نفی ہے، اعتبار کی نفی نہیں، مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلامی مہینے کا آغاز چاند دیکھنے سے ہوتا ہے، حسابی لحاظ سے چاند کی ولادت جس کو اہل ہیئت نئے مہینے کا آغاز سمجھتے ہیں، شرعاً اُس سے نئے مہینے کا آغاز نہیں ہوتا۔

حدیث کا یہی مطلب بیان فرماتے ہوئے علامہ سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انا أمة أمية لا نكتب ولا يحسب الشهر هكذا وهكذا ...... وقد تأملت هذا الحديث فوجدت معناه إلغاء ما يقوله أهل الهيئة والحساب من أن الشهر عندهم عبارة عن مفارقة الهلال شعاع الشمس فهو أول الشهر عندهم ويبقى الشهر الى أن يجتمع معها ويفارقها فالشهر عندهم ما بين ذلك، وهذا باطل في الشرع قطعاً لا اعتبار به فأشار النبي صلى الله عليه وسلم بأنا أي العرب أمّة أمّية لا نكتب ولا نحسب.

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں رویت پر مدار رکھنے کے اس حکم کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ رویت کی ہر سچی جھوٹی خبر کو مان لیا کرو، اس لیے اگر مدار رویت پر رکھا جائے کہ "29" کو چاند ہونے کے لیے رویت کو تو بہر حال لازمی سمجھا جائے مگر رویت کی خبر کو جانچنے پرکھنے کیلئے حسابات سے کوئی مدد لی جائے تو اس سے اس حدیث میں منع کرنا مقصود نہیں، کیونکہ حسابات کا فی الجملہ اعتبار شریعت نے دوسری جگہوں میں کیا ہے، جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"ولا يعتقد أن الشرع أبطل العمل بما يقوله الحساب مطلقًا فلم يأت ذلك، وكيف والحساب معمول به في الفرائض وغيرها، وقد ذكر في الحديث الكتابة والحساب، وليست الكتابة منهيا عنها فكذلك الحساب وانما المراد ضبط الحكم الشرعي في الشهر بطريقين ظاهرين مكشوفين رؤية الهلال أو تمام ثلاثين وإن الشهر تارة تسع وعشرون وتارة ثلاثون وليست مدة زمانية مضبوطة بحساب كما يقوله أهل الهيئة."

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں علامہ ابن بطال رحمہ اللہ سے اس حدیث کی جو شرح نقل کی ہے، اس کے ذیل میں وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قوانین ہیئت کے مطابق حسابات کے ذریعہ نظروں سے اوجھل تکوینی امور (الٰہیات) کے ظن و تخمین سے منع کرنا مقصود ہے، رہے وہ حسابات جو مشاہدات کے دائرہ میں آتے ہیں یا مشاہدات کی طرح یقینی ہیں، تو ان کو پڑھنے سمجھنے سے یا اُن کی رعایت رکھنے سے اس حدیث میں منع نہیں کیا گیا۔ عمدۃ القاری کی عبارت ملاحظہ ہو:

" قال ابن بطال: وهذا الحديث ناسخ لمراعاة النجوم بقوانين التعديل، وإنما المعوّل على رؤية الأهلّة، وإنمّا لنا أن ننظر في علم الحساب ما يكون عياناً أو كالعيان وأمّا ما غمض حتى لا يدرك الاّ بالظنون ويكشف الإلهيات الغائبه عن الأبصار فقد نهينا عنه وعن تكلّفه لأن سيدنا رسول الله إنّما بعث إلى الأميين. (٣٠٨/١٦)

خلاصہ یہ کہ درج بالا تفصیل کے مطابق رویت ہلال کی گواہی کا فلکی اُصولوں پر تزکیہ کرنا نہ صرف یہ کہ اس حدیث کے خلاف نہیں، بلکہ یہ طریقہ شریعت کے عام اُصول کے بھی مطابق ہے اور اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا تقاضا بھی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

فتویٰ از حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

اشاعت: ضربِ مؤمن جلد 14 شمارہ 32 و 33 (شعبان 1431ھ)
http://www.esnips.com/user/moonsighting

sultanalam_74@yahoo.com